ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

فکرِ اقبالؒ کے نمایاں خدوخال-ایک جائزہ

ڈاکٹر سید قاسم جلالؔ
ڈاکٹر محمد سلیم مظہر
پوسٹ ڈاکٹرل ریسرچ سکالر، شعبہ اقبالیات اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور
ڈائریکٹر جنرل ادارہ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد

Abstract
This article highlights the salient features of Allama Iqbal's National poetry. At the outset of his poetic career, he worked in the guidance of Dagh Dehlvi who polished his poetic diction. For a very short period, he followed the teacher's style, but before long, he gave it up and invented a poetic style of his own. Now withstanding his poetic nature, he was strongly attracted to philosophy which settled down the course of his literary future. He set aside his personal griefs and pleasures and devoted his poetic genius to the rehabilitation of his nation. In this field, Akbar Elah Abadi and Altaf Hussain Hali had already dedicated their poetic energies to the reformation of Indian Muslims. They are the foundation stone of Iqbal's poetic stronghold. The life and soul of his message are the basic tenets of Islam which are to be implemented, firstly on individual self, and then on human community at large.
Keywords: Poetry, Nation, Reformation, Tenets

عہد ساز، عہد آفریں اور نابغہ روزگار شاعر حضرت علامہ اقبالؒ کے کلام بلاغت نظام کو کسی مخصوص نظریۂ حیات یا مکتبِ فکر سے وابستہ کر دینا اُن کے دائرۂ عمل کی وسعت کو محدود کر دینے کے مترادف ہے۔ وہ ترجمانِ اسلام ضرور ہیں لیکن دینِ اسلام کسی ایک خاص قوم، فرقے، برادری، گروہ یا جمعیّت کے لیے نازل نہیں کیا گیا بلکہ اس کی ہدایات، احکامات اور پیغامات کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کی فلاح و اصلاح کے لیے ہیں جو اپنے اندر آفاقیت کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ اسی رنگ کو قرآن میں صبغۃ اللہ یعنی اللہ کا رنگ کہا گیا ہے۔ خالقِ حیات و کائنات سے بڑھ کر اور کون سی ذات ہے جو انسان کی فطرت شناس اور اس کے مسائل و مصائب سے آشنا ہو۔ سلسلۂ انبیاء قائم کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ نوعِ بشر کو حقائقِ کائنات و حیات کی غرض و غایت سے آگاہ کیا جائے۔ اسے مقاصدِ عالیہ سے روشناس ہونے اور رذائلِ اخلاق سے بچنے کا راستہ بتایا جائے تاکہ وہ فوز و فلاح کے نور کی طرف راغب ہو سکے اور کفر و ضلالت کے اندھیروں سے محفوظ ہو جائے۔ انبیا کے بعد صحابہ کرام، اولیائے عظام، علمائے دین، فقہا اور صلحا نے اپنے فکر و عمل سے بنی نوعِ انسان کو صراطِ مستقیم کی طرف متوجہ کیا۔ شعرائے کرام میں حضرت حسّان بن ثابتؓ اور ان کے پیروکاروں کی شاعری پر یہ رنگ خاص غالب ہے۔

دنیا کی ہر قوم میں ابتدائے آفرینش سے جہاں اہلِ باطل شر انگیزیوں میں مصروف رہے وہاں اہلِ حق بھی اخلاقی اقدار کے عَلم بردار رہے اور نورِ خیر سے قلوب کو منوّر کرتے رہے۔ دین، اُن اخلاقی اقدار کا عطر ہے جس سے نوعِ بشر کا دامن تا قیامت مہکتا رہے گا۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

ماضی سے حال تک دُنیا کے تمام اہلِ علم وادب کے نزدیک صداقت، خیر اور حُسن کو مسلّمہ اقدار (Universal truth) کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں دو آرا نہیں۔ سچ ہمیشہ سچ ، نیکی ہمیشہ نیکی اور حُسن (صوری و معنوی) ہمیشہ حُسن ہی کہا جائے گا۔ یوں سمجھیں کہ پھول اپنے رنگ، ملائمت اور خوشبو کے اوصاف کے حوالے سے پھول ہی کہلائے گا۔ اس کا کوئی منفی مفہوم نہیں ہو سکتا۔

اس لیے اگر علامہ اقبالؒ نے اسلامی افکار کو اپنے کلام میں بنیادی روح کی حیثیت دی تو حقیقت میں فطرت کے اصل تقاضوں کو سمجھا اور دُنیا میں شاعری کی انوکھی اور منفرد مثال قائم کی۔

وہ بجا طور پر فرماتے ہیں:

؎ میرا سبُو چہ غنیمت ہے اِس زمانے میں
کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدو (۱)

اقبالؒ بنیادی طور پر مزاجاً ایک محقق و نقاد تھے، اسی لیے اُنھوں نے ماضی کے شعرا کی طرح گل و بلبل کے موضوعات کے پامال راستے پر چلنا پسند نہ کیا۔ اُنھوں نے معاشرے کے حقیقی مسائل کا گہری نظر سے جائزہ لیا اور قدیم روایتی شاعری کو مسترد کرتے ہوئے اپنے مجتہدانہ افکار کو اپنی شناخت سمجھا اور اس حقیقت کا برملا اظہار کیا کہ عین ممکن ہے کہ آیندہ دَور مجھے شاعر نہ سمجھے لیکن میرے مثبت افکار کو ضرور سراہے گا جو زندگی کے حقائق کی تصویر کشی پر مبنی ہیں بلکہ یہ اس دور میں غنیمت ہیں جب صالحیت کے عَلم برداروں اور دین کے ٹھیکے داروں نے راستی و راست بازی سے رو گردانی اختیار کر لی ہے۔

حقائقِ حیات کی تفہیم اور انھیں منظرِ عام پر لا کر اپنی فکری ترجیحات کا حصّہ بنانا جو تحقیق اور تجزیے کی صلاحیت سے بھی مالا مال ہو، نقادانہ بصیرت کی روشنی میں اپنے مثبت نظامِ فلسفہ کی تشکیل کا معرکۃ الآرا کام ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر بجا طور پر لکھتے ہیں:

> ”علامہ اقبال نے خودی کو اپنے نظامِ فکر کی اساس قرار دے کر جس نظامِ فلسفہ کی تشکیل کی وہ ہمہ جہت ہے اور انسانی زندگی پر محیط ہونے کے ساتھ جن لطیف فکری نکات کا حامل ہے، ان کے نتیجے میں فکر کے بدلتے انداز اور حسن و فن کے متغیّر معائر کے باوجود فلسفۂ اقبال کی اہمیت کم نہ ہو سکی بلکہ اس کے برعکس نئے مناظر فکرِ اقبالؒ کے کسی نئے پہلو پر نئے زاویے سے یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ معانی کی نئی جہات کے دَر وا ہوتے نظر آتے ہیں اور دیکھا جائے تو اسی میں اقبالؒ کا اقبال ہونا مضمر ہے کہ ناقدین سے سب سے زیادہ انھوں نے خراجِ تحسین وصول کیا۔ بالغ نظر فلسفی ہونے کے باعث علامہ اقبالؒ کی نگاہ میں معاصر زندگی کے تمام گوشے تھے۔“(۲)

ابتدائی دَور میں جب اقبالؒ کا ادبی شعور بیدار ہوا تو اُن کے ذہن میں پہلا سوال یہی تھا کہ زندگی کے اصل حقائق کیا ہیں، وہ کن مسائل میں گھری ہوئی ہے، عجمی شعرا فرضی معشوق کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہیں اور ان کی مفروضات پر مبنی شاعری کا ملک و قوم کو کیا نقصان ہو رہا ہے؟

اُنھوں نے تہیّہ کر لیا کہ میں شاعری کی اس جمود زدہ فضا میں انقلاب لاؤں گا۔ اُنھوں نے اپنا یہ مقصدِ حیات طے کر لیا کہ اس وقت غفلت زدہ قوم کو سُلانے کی نہیں، جگانے کی ضرورت ہے۔ اُنھوں نے اپنی نظم و نثر اور تحریر و تقریر کو اصلاحِ ملت کے لیے وقف کر دیا اور تاحیات فرسودہ و لایعنی نظامِ فکر سے برسرِ پیکار رہے۔ اقبالؒ نے جب شاعری کا آغاز

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

کیاتووہ دیگر نوجوان شعرا کی طرح اُس دَور کے اُردو شعرا کے مروّج شعری موضوعات کی تقلید کرنے لگے۔ وہ شعرا متقدمین کی طرح حُسن و عشق، گل و بلبل، کاکل و رُخسار اور دیگر فرضی و خیالی قصّوں کو اپنی شاعری بلکہ غزلیہ شاعری کے لیے جزوِلاینفک قرار دیتے تھے۔ اُس وقت سارا ماحول اسی شاعری کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ اقبالؒ نے شاعری میں اپنے اُستاد داغؔ دہلوی کے تتبّع میں درج ذیل اشعار بھی کہے:

نہ آتے ہمیں اِس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی
تمھارے پیامی نے سب راز کھولا
خطا اس میں بندے ، سرکار ! کیا تھی
بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا
تِری آنکھ ، مستی میں ہُشیار کیا تھی (۳)

انوکھی وضع ہے ، سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں (۴)

تِرے عشق کی اِنتہا چاہتا ہوں
مرِی سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں (۵)

اقبال کو مبدئِ فیض سے غیر معمولی متفکّرانہ و مدبّرانہ تخلیقی صلاحیتوں سے نوازا گیا تھا۔ سوزِ دروں ان پر مستزاد تھا۔ کثرتِ مطالعہ نے اُن کے تجسسِ ذہن کو تحقیق و تدقیق سے آشنا کیا اور نئی راہیں دِکھائیں۔

اُنھوں نے ادیانِ عالم کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا، جس نے اُنھیں مقاصد و رموزِ دیں سے شناسا کیا اور اُن کے اندر حق آگاہی کی وہ استعداد پیدا ہوئی جس نے اُن کے قلب کو مستنیر کر دیا۔ دانشِ بُرہانی کے ساتھ اُن پر دانشِ نورانی کے اَسرار بھی ہویدا ہوئے۔ بقول اقبال:

اِک دانشِ نورانی ، اِک دانشِ بُرہانی
ہے دانشِ بُرہانی ، حیرت کی فراوانی (۶)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

عقل عیّار ہے ، سو بھیس بدل لیتی ہے

عشق بے چارہ ، نہ مُلّا ہے، نہ زاہد ، نہ حکیم (۷)

جب اقبالؒ نے دُنیا میں آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ہندوستان پر غیر ملکی آقا حکومت کر رہے ہیں اور قوم غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ مسلمان، انگریزوں اور ہندوؤں کی سازشوں کا شکار ہو کر سیاسی، معاشی اور معاشرتی ابتری کی زد میں ہیں۔ اُن کی تہذیبی اقدار شکست وریخت کا شکار ہیں اور وہ مغرب سے ذہنی طور پر مرعوب ہو کر اپنی عظیم اسلامی روایات سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔

عالمی تناظر میں بھی مسلمانوں کی زبوں حالی اُنھیں خون کے آنسو رُلانے لگی۔ وہ سمجھ گئے کہ :

؎ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں (۸)

وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کے زوال کا اصل سبب اُس ایمان ویقیں سے محرومی ہے جو خداوندِ کریم اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات سے والہانہ محبت اور وفاداری کا ثمر ہوتی ہے۔ یعنی ربِّ عظیم کی اوّلیں شرط ہی یہی ہے کہ :

؎ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں (۹)

اقبالؒ نے معبودِ حقیقی اور رحمۃ للعالمینؐ کی تعلیمات کو مرکزِ فکر و نظر اور قرآن وسنت کو اپنا رہبر جانا تو اُن پر عرفان وآگہی کے باب وا ہونے لگے اور ذات وکائنات کے پوشیدہ اَسرار سے پردے اُٹھنے لگے۔ اُنھوں نے عمیق نگاہی سے تاریخِ اسلام کا مطالعہ کیا اور حضورِ پاکؐ کے دورِ زرّیں سے خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ، اولیائے عظام، علمائے ذی احترام اور اسلافِ پُرعظمت واحتشام کی تعلیمات وخدمات سے اپنے دل کو منوّر ومطہّر کیا۔ اقبالؒ نے اہلِ مغرب کے افکار کو بھی اچھی طرح کھنگالا اور اسلامی نظریۂ حیات سے اُن کے تقابلی جائزے کے بعد بے اختیار پکار اُٹھے۔

؎ خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

سُرمہ ہے میری آنکھ کا ، خاکِ مدینہ و نجف (۱۰)

ہندوستان کے اکابرینِ اسلام نے بھی اقبالؒ کے افکار پر گہرا اثر کیا یعنی نقش کالحجر۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ اسمٰعیل شہید، سید احمد شہید وغیرہ سے سر سید احمد خاں، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا شبلی، اکبر الٰہ آبادی اور الطاف حسین حالی تک اقبالؒ کی وہ آئیڈیل شخصیات تھیں جن سے اُنھوں نے فکری ومعنوی طور پر کسبِ فیض کیا اور اُنھیں نظموں کے ذریعے خراجِ تحسین پیش کیا۔ خصوصاً اکبرؔ و حالیؔ اقبالؒ کے دَور میں بقیدِ حیات تھے۔ بلکہ اُن کی اکبر الٰہ آبادی (جو اِس وقت عالمِ پیری میں تھے) سے مراسلت بھی ہوتی تھی۔ آغازِ شاعری میں اکبر کے نصیحت آموز ظریفانہ کلام نے اقبالؒ کو بہت متاثر کیا کیونکہ اس کلام خصوصاً قطعات میں مسلمانوں کے زوال کا سبب اہلِ مغرب

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

کی اندھا دھند پیروی قرار دی گئی تھی۔ اس لیے اقبالؒ نے اپنے ابتدائی دَور میں جو قطعات کہے، اُن کے موضوعات اکبر الٰہ آبادی کی طرح تھے۔ نمونے کے طور پر اکبرؔ کے تتبّع میں اقبالؒ کا کچھ کلام ملاحظہ کیجیے:

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِّ نظر
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دِکھائے گا کیا سین
پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ (۱۱)

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
میاں نجّار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں مغرب کے رَندے (۱۲)

یہ درست کہا جاتا ہے کہ اگر مولانا الطاف حسین حالی نہ ہوتے تو اقبال بھی نہ ہوتے۔ اقبال نے اکبرؔ کی طرح سے حالیؔ سے بھی خوب معنوی و فکری استفادہ کیا۔ حالیؔ و اقبالؔ دونوں قومی شاعر ہیں۔ دونوں نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب بتائے اور ان کی اصل منزلِ عروج کی نشان دہی کی۔

حالی نے مسدسِ حالی (مثنوی مدّ و جزرِ اسلام) لکھ کو مسلمانوں کو اُن کا عہدِ زرّیں یاد دلایا اور زوال کے اسباب و نتائج سے آگاہ کیا۔ اقبالؒ نے حالی کے اس کارنامے کو پیشِ نظر رکھا اور اپنی قومی شاعری کی ترجیحات طے کیں۔

وہ اگرچہ نواب مرزا خاں داغؔ کے شاگرد تھے اور اپنے اُستاد کا حد درجہ احترام کرتے تھے لیکن انھوں نے استاد کے رنگِ سخن کے برعکس اپنا طرزِ سخن خود وضع کیا۔ داغؔ خود اقبالؒ کا اُستاد ہونا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر سلیم اپنی کتاب ''اقبال کا ادبی نصب العین'' میں لکھتے ہیں:

> ''گو اقبال نے بھی اپنے عہد کی بے معنی غزل سے متاثر ہو کر داغؔ کی شاگردی میں ویسی ہی شاعری کی لیکن جیسے جیسے اقبالؒ کے ذہن میں اپنے ادبی مقصد اور خود ادب کے منصب کے بارے میں خیالات واضح سے واضح ہوتے گئے، وہ نہ صرف غزل سے

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

دُور ہوتے گئے بلکہ جو تھوڑی بہت غزلیں لکھیں اُن کا بھی ''بالِ جبریل'' میں لہجہ اور آہنگ تبدیل ہو گیا اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ حالیؔ نے غزل کو جہاں چھوڑا تھا، اقبالؒ نے وہیں سے آغاز ہی نہ کیا بلکہ اسے نقطۂ عروج تک بھی پہنچا دیا۔''(۱۳)

اقبالؒ اس بات کا خوب اِدراک رکھتے تھے کہ اُردو شاعری میں صدیوں کے مروّج گل و بلبل اور حُسن و عشق کے فرسودہ موضوعات قوم کے لیے بے سُود ہی نہیں، مہلک بھی ہیں۔ یہ زندہ و متحرک نظریات رکھنے والی تہذیب کے بالکل منافی ہیں۔ قوم کو فضول رسموں، بے ہودہ رواجوں اور ایسے مخرّبِ اخلاق افکار کی ضرورت نہیں جو اسے عیش کوش، پست ذہن، مذہب گریز، یاسیت پسند، غیر متحرک، غیر فعّال اور جمود پسند کر دیں۔ اسی لیے ہمیں اقبالؒ کے کلام میں حرکت و عمل، معرفتِ حق، حبِّ رسولؐ، حبِّ اہل بیت، تصوف، عرفانِ ذات، خودی، غیرت، اصل تعلیم، مغرب کی ہوس ناکی کی مذمّت، اسلامی فلسفۂ حیات، رجائیت، روحانیت، اخلاقی اقدار، امتیازِ خیر و شر وغیرہ سے متعلق موضوعات بکثرت ملتے ہیں۔

ان کا مشنری کلام تمام نوعِ انساں کی اصلاح و فلاح کے لیے دُنیا کو متحرّک اور کمربستہ ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ ترغیبِ خیر کو اپنا فرضِ اوّلیں سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں:

؎ اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا اِلٰہ اِلا اللہ (۱۴)

ادراکِ حقائق اور عرفانِ رموز کے لیے فلاسفہ کے نزدیک تین سوالات کیا، کیوں اور کیسے ہمیشہ اہم رہے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کو قدرت کی طرف سے ایک متجسس ذہن اور محققانہ مزاج عطا کیا گیا تھا۔ اس لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اُن کی شاعری میں تنقید اور تجزیے کا رنگ شامل نہ ہوگا۔ اُن کی افتادِ طبع کا یہ تقاضا تھا کہ وہ ایک فلسفی اور ایک اچھے سکالر کی نظر سے ہر مکتبِ فکر کے نظریے کو جانچیں، پرکھیں اور میزانِ فکر و عمل میں تول کر اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کریں۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اقبالؒ کے مفکرانہ و فلسفیانہ پہلو کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ہر دَور میں انسان نے بعض بنیادی سوال اُٹھائے ہیں اور وہ بنیادی سوال انسان، کائنات اور خدا کے بارے میں ہیں۔ موت و حیات، کائنات کا آغاز و انجام، خدا سے کائنات اور انسان کا تعلق - ایسے سوالات ہیں جو ہزار ہا سال سے انسانوں کے ذہن میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہی سوالات فلسفیوں کا موضوع رہے ہیں اور انھی سوالات کے جوابات مذہب دیتا ہے۔ اقبال، اِن سوالات کی اُن توضیحات کو قبول کر لیتے ہیں جو اسلام نے پیش کی ہیں۔ اقبال کی شاعری آیندہ بھی اپنی اہمیت برقرار رکھے گی اور اس کی اہمیت آج بھی برقرار ہے۔''(۱۵)

حضرتِ اقبالؒ نے نہ صرف خود بامقصد، تعمیری اور فکر افروز شاعری سے اُردو شاعری کے دامن کو مالا مال کیا بلکہ اردو شعرا کو ان کے مقام، منصب اور فرائض سے بھی آگاہ کیا۔ ''بانگِ درا'' کی ایک نظم میں بتایا گیا ہے کہ شاعر کو اپنی ذمے داری یوں ادا کرنی چاہئے:

شاعرِ دل نواز بھی ، بات اگر کہے کھری
ہوتی ہے اِس کے فیض سے مزرعِ زندگی ، ہری
شانِ خلیلؑ ہوتی ہے ، اس کے کلام سے عیاں
کرتی ہے اس کی قوم جب ، اپنا شعارِ آذری
اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیٔ دوام ہے

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.2 (2024)
(April-June)

خونِ جگر سے ترتیب پاتی ہے جو سخن وری
گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو
پھول نہ ہو ، کلی نہ ہو ، سبزہ نہ ہو ، چمن نہ ہو (۱۶)

اقبالؒ کی شاعری نہ صرف مسلم اُمہ کے عوام اور اہلِ علم وادب کے لیے مشعلِ راہ ہے بلکہ ہمارے اُردو شعرا کے لیے بھی بامقصد اور تعمیری شاعری کا ایک اعلیٰ اور معیاری نمونہ ہے۔افسوس ہے کہ اُن کی سمت نمائی کے باوجود ہماری شاعری اُس معیار و وقار سے محروم ہے، جس کی ہر دَور میں ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱) اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، لاہور، عظیم اینڈ سنز پبلشرز المعراج سینٹر، ۲۲، اردو بازار، ۲۰۱۸، ص:۹

۲) سلیم اختر، ڈاکٹر، اقبال کا ادبی نصب العین، پیش لفظ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ادبی مارکیٹ چوک انارکلی نمبر ۲، س ن، ص:۹

۳) اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، محوّلہ بالا-۱، ص:۸۱

۴) ایضاً، محوّلہ بالا-۱، ص:۸۲

۵) ایضاً، محوّلہ بالا-۱، ص:۵۷

۶) ایضاً، محوّلہ بالا-۱، ص:۱۳

۷) ایضاً، محوّلہ بالا-۱، ص:۴۱

۸) ایضاً، محوّلہ بالا-۱، ص:۲۰۲

۹) محمد اقبال، ڈاکٹر، شکوہ جواب شکوہ، کراچی، شائستہ پبلشنگ ہاؤس، پوسٹ بکس نمبر ۱۵-۲۵، ۱۹۹۲ء، ص:۲۲

۱۰) اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، محوّلہ بالا-۱، ص:۲۷

۱۱) ایضاً، محوّلہ بالا-۱، ص:۲۱۰

۱۲) ایضاً، محوّلہ بالا-۱، ص:۲۱۵

۱۳) سلیم اختر، ڈاکٹر، اقبال کا نصب العین، محولہ بالا-۲، ص:۲۶۱

۱۴) اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، محوّلہ بالا-۱، ص:۸

۱۵) خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، اقبال شناسی اور سیارہ، (جعفر بلوچ: مرتب) لاہور، بزمِ اقبال، کلب روڈ، ص ص:۵۴، ۵۳

۱۶) اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، محوّلہ بالا-۱، ص:۱۵۹